شہاب الدین مقتول اور فلسفۂ مشائیت

جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری ایم اے ایل ایل بی۔ بی ٹی ایچ رجسٹرار امتحانات
عربی و فارسی (اُتر پردیش)

فاضل نبیل ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کوکن ایم اے۔ پی ایچ ڈی مدراس یونیورسٹی نے حافظ ابن تیمیہ کی ایک مبسوط سوانح عمری بعنوان "ابن تیمیہ" مرتب فرمائی تھی۔ اس کتاب پر جناب حکیم فضل الرحمٰن صاحب صواتی اطال اللہ بقارہ وافاض علی العالمین افاداتہ کی تقریظ برہان (دسمبر ۱۹۵۶ء) میں شائع ہوئی۔ اس تقریظ میں حکیم صاحب موصوف نے امام ابن تیمیہؒ کے اس قول پر تعقب فرمایا تھا کہ "سہروردی مقتول" جس فلسفہ پر گامزن تھا وہ وہی مشائی فلسفہ ہے جس کے عام فلاسفۂ اسلام مثل فارابی و ابن سینا و ابن ماجہ و ابن رشد وغیرہم پیرو ہیں۔ محترم حکیم صاحب کا فرمانا ہے کہ امام ابن تیمیہ کا یہ قول غلط ہے کیونکہ وہ (شہاب الدین مقتول) مشائی نہیں بلکہ اشراقی تھا۔

اس تعقب کا جواب ڈاکٹر صاحب کو دینا تھا کیونکہ انھوں نے امام ابن تیمیہؒ کی سوانحعمری کی ترتیب کے دوران میں اُن کی علمی و ثقافتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا بڑا عمیق مطالعہ فرمایا تھا نیز غالباً جناب حکیم صاحب کا روئے سخن بھی اُنھیں کی جانب تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور بات عرض کرنا بھی غیر مستحسن نہ ہوگا یہ عاصی پرمعاصی مذہباً حنفی اور مسلکاً اشعری ماتریدی ہے۔ اس لئے حافظ ابن تیمیہؒ کی مدافعت[1] میرے لئے کسی مذہبی یا جماعتی عصبیت کا تقتضا بھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسلامی فکر کی تاریخ کے نوآموز کی حیثیت سے میں نے اُن کی بعض مصنفات کا مطالعہ کیا ہے اور اگرچہ مجھے اُن کے "معصوم عن الخطاء والنسیان" ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرنا چاہیئے پھر

[1] بالخصوص جبکہ بقول حکیم صاحب قبلہ "حضرت امام ہمام ابن تیمیہؒ نے کسی کو نہیں چھوڑا۔۔۔۔۔۔ امام غزالی ہوں یا امام رازی ۔۔۔۔ سب اُن کی شریعت نو، زتیغ سے نالاں ہیں" "مسلک تقلید کے پیرو کو منکر تقلید کی حمایت کیا ضرور"، مگر انصاف شیوہ ایست کہ بالائے طاعت است

بھی اس نوآموز نے فلسفیانہ وکلامی تحریکات کی تاریخ کے باب میں انہیں قابل اعتماد ماخذ ہی پایا ہے۔ بہت ممکن ہے یہ میرے قلت مطالعہ کا نتیجہ ہو مگر اپنے مقدور بھر میں نے اپنی اس رائے کی تشکیل میں عجلت سے کام نہیں لیا۔ میں نے بھی بچپن سے "سہروردی مقتول" کو شیخ الاشراق ہی کے لقب سے ملقب سنا ہے جس طرح معلم ثانی (فارابی) کو "التعلیم الثانی" کا مصنف سنا ہے (جس کا متاخرین کی خوش عقیدگی وخوش فہمی کے علاوہ قدما ومتوسطین کے یہاں کوئی حوالہ نہیں مل سکا)

بہرحال کئی مہینے میں نے انتظار کیا کہ خود مصنف "ابن تیمیہ" یا حافظ ابن تیمیہؒ کے اور کوئی عقیدتمند بزرگ اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ مگر جب مایوس ہوگیا تو بادلِ ناخواستہ "دخل درمعقولات" کی جرأت کی کیونکہ اس کے بعد خاموشی کتمانِ حق کے مترادف تھی۔

لیکن اس جسارت بے جا سے مقصود نہ تو حکیم صاحب موصوف پر نکتہ چینی تھی نہ اظہارِ مشیخت۔ بلکہ جیسا کہ میں نے اپنے نجی خط میں عرض کیا ہے، اس طرح قیل وقال سے مسئلہ کے بہت سے ایسے پہلو اُجاگر ہو جائیں گے جو ابھی نظروں سے اوجھل ہیں اور اس طرح ردّ وقدح اور ایراد ومدافعت کے اعمال متعاقبہ کے بعد حقیقتِ حال بڑی حد تک منقح ہو جائے گی۔ ورنہ جناب حکیم صاحب کے افاداتِ عالیہ کی صحت کو چیلنج کرنا اس کم سواد کے لئے "چھوٹا منہ بڑی بات" کے مصداق ہے۔

جناب حکیم صاحب قبلہ قدیم فلسفہ ومعقولات کے جیّد علمار میں سے ہیں۔ برصغیر میں آج ایسے علمار معقولیین کی تعداد بہت کم ہوگی جنھوں نے اشارات اور شرح حکمۃ العین تک معقولات پڑھی ہو۔ پھر حکیم صاحب نے اُس زمانہ میں فلسفہ ومعقولات کی یہ اعلیٰ کتابیں پڑھی تھیں، جبکہ ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کا رواج تھا اور متعلم ومعلم دونوں ہی گہرے مطالعہ کے بعد پڑھتے پڑھاتے تھے۔ لہٰذا نہ صرف یہ کہ حکیم صاحب قبلہ فلسفہ ومعقولات کے دقائق وغوامض کے رمز شناس اور ماہر ہی ہیں بلکہ اس زمانہ میں جب کہ خود عربی مدارس کے اندر قحطی اور بیبندی طلبار کی متہائے پرواز بن کر رہ گئی ہیں، اُن کی شخصیت ایک واجب الاحترام علمی یادگار ہے، اللہ تعالیٰ اس علمی یادگار کو تادیر قائم رکھے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

پھر جناب حکیم صاحب اس ہیچمیرز و ہیچمداں سے نہ صرف عمر ہی میں مقدم ہیں بلکہ علم و فضل میں بھی افضل ہیں۔ ابھی یہ عاجز اس خاکدان میں بھی نہ آیا تھا کہ حکیم صاحب فلسفہ و معقولات کی تکمیل فرما چکے تھے (حکیم صاحب قبلہ نے ۱۹۰۸ء میں شرح اشارات سبقاً سبقاً پڑھی تھی اور یہ عاصی پر معاصی ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوا تھا) اس لئے اُن کی شخصیت اس نیازمند کے لئے بہرحال واجب الاحترام ہے۔

میں حکیم صاحب قبلہ کی اس ذرّہ نوازی کا بھی شکرگذار ہوں کہ انھوں نے اس عاجز کی معروض کو درخورِ اعتنا سمجھا۔ فجزاھم اللہ خیرالجزاء۔ اور میری معروض پر ایک سیر حاصل تبصرہ برہان میں شائع فرمایا۔ میں انشاء اللہ المستعان اس سے ضرور استفادہ کروں گا اور ایک نوآموز طالب علم استفادہ کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہے اور یہی اس کے لئے سعادت اندوزی کا سرمایہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ اپنے سابقہ آراء و افکار پر ان افادات کی روشنی میں نظر ثانی کروں گا اور اُسے اپنی انتہائی خوش بختی متصور کروں گا اگر خود کو جناب حکیم صاحب رائے گرامی کے ساتھ متفق بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔

استغفر اللہ میں بزرگان عالیمرتبت کو الزام دینے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا اور قصور ہو یا نہ ہو بہرصورت "عذرِ بے تقصیر" کے لئے آمادہ ہوں۔[۱]

حکیم صاحب قبلہ نے اس عاجز کی معروضات پر جو نقوض وردود فرمائے ہیں اُن کا جواب دینے کی ہمّت نہیں ہوتی پہلے ہی 'خطائے بزرگاں گرفتن خطاست' کا مرتکب ہو چکا ہوں۔ میں اہل دل کی ہر بات سننے کے لئے تیار ہوں تخطیہ کا کیا سوال ع

اُن کی ہر بات پہ ہم نامِ خدا کہتے ہیں

رہا اپنے متعلق تو اس ظلوم وجہول کو "سخن ناشناسی اور خطا کاری" کا پہلے ہی سے اعتراف ہے[۲] بہرحال یہ عاجز کسی طرح بھی خود کو بزرگانِ کرام کے افاداتِ عالیہ کو موضوع قیل و قال بنانے کے لئے تیار نہیں پاتا لگر جب خود بزرگوں ہی کی سرکار سے اس گستاخ بیانی کا حکم صادر ہو تو پھر خوردوں کے لئے

---

۱ حکیم صاحب نے فرمایا تھا" تو اب دیکھیے) کہنا پڑیگا ع میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

۲ حکیم صاحب نے فرمایا تھا " چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست "

"الامر فوق الادب" کے سوا اور کیا چارہ ہو سکتا ہے۔

پھر اگر محض اتنا ہی ارشاد ہوتا کہ

"اب کیا فرماتے ہیں فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کہ حضرت ابن تیمیہؒ نے والسہروردی المقتول جو لکھا ہے یہ تسامح ہے کہ نہیں! اور وہ بھی معمولی تسامح نہیں ہے بلکہ فاش تسامح ہے۔"

تو حقیقت جو بھی ہوتی ہوا کرتی ہیں دست بستہ عرض کرتا "بجا ارشاد ہوا" اور اسے عتاب سمجھ کر "عذر بے تقصیر" میں مصروف ہو جاتا۔ مگر جہاں یہ حکم ناطق اور امر محکم ہو کہ

"حضرت امام ابن تیمیہؒ کے اس قول "والسہروردی المقتول" کی توضیح فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب فرمائیں۔"

تو پھر مقتضائے امر سے تخلف ورزی تو اس عاصی پر معاصی کی حنفیت کے اور اس مخلص نیاز مند کو امتثال امر کے سوا چارہ نہیں ہے۔ جناب حکیم صاحب قبلہ نے فرمایا ہے:۔

"مجھے گلہ تھا کہ امام ہمام نے شہاب الدین مقتول کو شافعیوں کے زمرہ میں شامل کر دیا ہے۔ لیکن یک نہ شد دو شد والا معاملہ پیش آیا ہے۔ حضرت امام نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور شیخ شہاب الدین مقتول میں امتیاز نہیں کیا ہی۔ دونوں کو ایک ہی سمجھا ہے۔ حالانکہ دونوں شہاب الدینوں میں فرق بیّن ہے۔ میں نے اپنے خط بنام مولانا محمد یوسف کوکن میں یوں لکھا تھا کہ:۔

"آپ نے ایک سے زیادہ مرتبہ لکھا ہی کہ شہاب الدین دو ہیں ایک مقتول اور دوسرے صاحب طریقہ یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔ طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ میں بھی ان دونوں شہاب الدینوں کا تذکرہ ہے۔

اب کیا فرماتے ہیں فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کہ حضرت ابن تیمیہؒ نے والسہروردی المقتول جو لکھا ہے یہ تسامح ہی کہ نہیں! اور وہ بھی معمولی تسامح نہیں ہے بلکہ فاش تسامح ہے میں نے اپنے خط میں اس

لہ نورالانوار میں ہے:۔ "والامر للوجوب"

تسامح کو نظر انداز کر دیا تھا صرف مقتول کو مشائیوں میں شامل کرنے پر تعاقب کیا تھا۔ اب فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب کو کہنا پڑے گا ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ شہاب الدین مقتول "سہروردی" نہیں ہیں اور شہاب الدین سہروردی "مقتول" نہیں ہیں۔ وبینہما بون بعید ؎

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اس تعقب کے بعد حکیم صاحب قبلہ نے طبقات الاطبار ابن ابی اصیبعہ میں شہاب الدین مقتول کے جو علم سیمیا میں کمالات مذکور ہیں انھیں نقل کیا ہے۔ بعدازاں لکھا ہے :۔

"طبقات الاطبار میں شیخ شہاب الدین کے قتل کے اسباب یوں بیان کئے ہیں کہ وہ سخت مجادل تھا۔ کوئی اس سے بحث کرنے جاتا اس کو ایسا متاثر کر دیتا تھا کہ وہ ضرور اس کا مسحور ہو جاتا تھا اور پھر اس کے خلاف دم مارنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ بڑے بڑے صوفی، مشائی اور متکلم کو اپنے توجہ کے اثر سے اپنا تابع بنا لیا تھا۔ لیکن وہ شریعت کا پیرو نہ تھا دور سے ہی علمار ان کو بدعقیدہ اور گمراہ کہتے تھے۔ مگر سامنے نہیں آتے تھے۔ اتفاقاً حلب میں اُن کا ورود ہوا۔ حاکم وقت سے اُن کی بدعقیدگی کی شکایت کی گئی۔ حاکم نے گرفتار کروا دیا اور ایک کوٹھری میں بے آب و دانہ چالیس روز تک بند رکھا۔ پھر دیکھا تو مرا ہوا تھا۔ مقتول اُن کو اسی معنی سے کہتے ہیں۔ تلوار سے قتل نہیں کیا گیا تھا۔ اُن کے قتل کے بعد اُن کے تبعین نے اُن کے اقوال جمع کئے اور موقعہ بہ موقعہ اُن کو نقل کرتے رہے جیسا مرزا غلام احمد قادیانی کے مُرید اب کر رہے ہیں اور اُن کے عقیدۂ باطلہ کی اشاعت کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے متشرع ہوتے، نیز اس کے ثبوت میں اس قطعہ کا ؎

وکم قلت للقوم انتم علی شفا حفرۃ من کتاب الشفا

الیٰ آخرہ کا ذکر کیا ہے، زاں بعد ارشاد فرمایا ہے :۔

جس ذاتِ اقدس کا یہ عقیدہ اور مسلک ہو بھلا وہ بدعقیدگی کے اتہام سے متہم ہو کر قتل کئے جا سکتے ہیں؟ یہ تو ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی' والا معاملہ ہوگا اور جو شخص

شعیدہ یا نہ ہو، بدعقیدہ ہو اور علماء و صلحاء اُس کے عقائد باطلہ سے گریزاں اور اعوذ خواں ہو بھلا وہ سہروردی کیوں کر ہو سکتا ہے "۔

اور آخر میں اس نیازمند کو حکم دیا ہے :۔ " حضرت امام ابن تیمیہؒ کے اس قول ' والسہروردی المقتول ' کی توضیح فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب فرمائیں "۔ ع اب کوئی بتلاؤ ہم بتلائیں کیا ۔

جہاں تک مجھے خیال پڑتا ہی سہروردی مقتول (یا شہاب الدین مقتول) کے قتل کے اسباب تفصیل کے ساتھ برہان (جولائی سنہ ۱۹۶۰ئہ) میں عرض کر چکا ہوں لیکن اگر جناب حکیم صاحب کے ارشاد کا منشاء وہ ہے جسے اُن کا یہ نیازمند ہنوز خود اپنے ہی ذہن کے اعوجاج کا کرشمہ سمجھ رہا ہے اور جو اُن کے اس قول سے مترشح ہوتا ہے " شہاب الدین مقتول " سہروردی " نہیں ہیں اور شہاب الدین سہروردی مقتول نہیں ہیں۔ وہ بینہا بون بعید تو اُن کا یہ مخلص نیازمند بڑا شکر گذار ہوگا اگر وہ اپنے مافی الضمیر کی وضاحت اور صراحت فرمادیں ، آخر اس " بون بعید " اور استبعاد کی وجہ کیا ہی۔ مجھے تو حافظ ابن تیمیہؒ کے اس فقرے میں کوئی تسامح نظر نہیں آرہا ہی ممکن ہی یہ میری کم علمی کا نتیجہ ہو جس کا مجھے بہمہ وجوہ اعتراف ہی ۔ ظاہر ہے اگر کوئی دو اور دو چار کے ہونے کا منکر ہو تو اوّل تو سننے والے کو اپنے کانوں ہی پر یقین مشکل سے آئیگا اور اگر یقین آبھی جائے تو پھر اس بدیہی حقیقت کا اثبات و استقرار وہ کسی منطقی دلیل سے شاید ہی کر سکے اِلّا یہ کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ مجھے اندیشہ ہے بشرطیکہ جناب حکیم صاحب ناراض نہ ہوں کہ میں اُن کے اور اُن کے یوسف ایہا الصدیق کے درمیان دراندازی کر رہا ہوں، شاید اسی وجہ سے ڈاکٹر یوسف کوکن صاحب نے اس کے لئے زحمتِ جواب گوارا نہیں فرمائی ۔ بہرحال یہ نیازمند عاجز بڑا شکر گذار ہوگا اگر وہ اس نئے مطالبے کی توضیح و صراحت فرمادیں ۔

دوسری درخواست یہ ہی کہ جس طرح انھوں نے " افاضۂ قدسیہ " اور " الهدیۃ السعدیہ " کے حوالے بقید صفحات دیئے ہیں طبقات الاطبا ، نیز اپنے دوسرے ماخذ و مصادر کے حوالے بھی اس نہج سے دینے کی تکلیف فرمائیں بلکہ اصل عربی عبارتیں بھی نقل فرما دیا کریں۔ اس سے مقصود جناب حکیم صاحب قبلہ کے استشہاد سے بے اعتمادی کا اظہار نہیں ہی۔ البتہ اُن کا یہ نیازمند تلاش و بیجا ورق گردانی سے بچ جائیگا ۔ آخر میں یہ اور عرض کردوں کہ اُن کا یہ نیازمند ڈاکٹر نہیں ہی۔ آئندہ میری یہ عزت افزائی نہ فرمائیں۔ میں نہ قانوناً اس کا مستحق ہوں نہ واقعتاً۔